در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

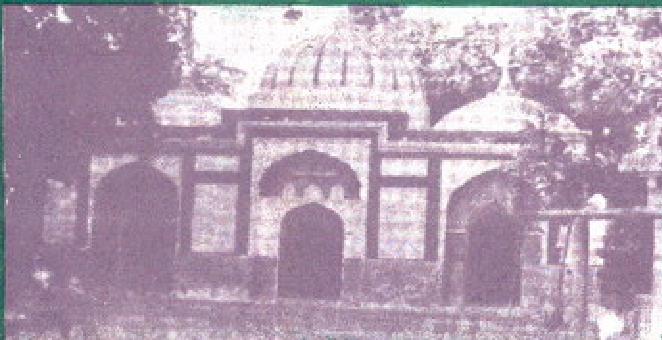

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ یادگارِ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹ پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیرِ اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظمِ اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۱ جلد نمبر ۱۸

۱۶ تا ۳۱ جولائی ۲۰۰۱ء ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

مدیرِ اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	غلام دستگیر	۲
۲	غزل	فانی بدایونی	۳
۳	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیرِ اعلیٰ	۴
۴	شہہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم مشاہیر کی نظر میں	صوفی مشتاق احمد صدیقی	۹
۵	آہ ماہ گل صاحب!	سید محمد انور شاہ قادری	۱۴
۶	قطعاتِ رحلت	عبدالقیوم طارق سلطانپوری	۱۸
۷	ہماری ماں	سید احمد ناصر گیلانی	۱۹
۸	استفتاء	مفتی خلیل الرحمٰن قادری	۲۴

شذرہ

غیر جماعتی انتخابات اور سیاسی جماعتیں

غلام دستگیر

۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو جب ملک میں فوج نے عنان حکومت سنبھالی تو ۱۹۷۷ء میں نافذ ہونے والے جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کے برعکس فوج کو کسی قسم کے عوامی ردعمل کا سامنا نہ تھا۔ عوام نے اگر کھلے بندوں فوجی انقلاب کو خوش آمدید نہیں کہا تو ان کی خاموشی یقیناً گزشتہ جمہوری حکومت سے نفرت کا بیّن ثبوت ضرور تھا۔

فوجی حکومت نے "قومی تعمیر نو بیورو" کے ذریعہ ملک میں موجود خرابیوں کو دور کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس سلسلہ میں ملک میں اختیارات کی مقامی (ضلعی) سطح پر منتقلی کا "مقامی حکومت منصوبہ ۲۰۰۰" پیش کیا گیا۔ اس منصوبہ کے تحت تمام ملک میں پانچ مراحل میں غیر جماعتی انتخابات ہونے تھے۔ حال ہی میں چوتھے مرحلہ میں پاکستان کے تمیں اضلاع میں انتخابات ہوئے جس میں تقریباً دو کروڑ عوام نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا۔

حکومت نے بار بار اس بات کا اعلان کیا کہ یہ انتخابات غیر جماعتی بنیاد پر ہوں گے۔ اگر ایسا ہے تو ارباب بست وکشاد یہ بتانا پسند کریں گے کہ عوام دوست، وطن دوست اور الخدمت گروپ وغیرہ کی مکمل پشت پناہی سیاسی جماعتیں کر رہی تھیں یا کہ یہ گروپس فی الواقعی آزاد حیثیت سے الیکشن میں حصہ لے رہے تھے؟ اس پر مستزاد یہ کہ انتخابات کے پانچویں اور آخری مرحلہ پر یہ خبریں بھی پڑھنے کو مل رہی ہیں کہ ضلعی، تحصیل اور ٹاؤن کمیٹیوں کے ناظمین اور نائب ناظمین کے انتخاب کے لئے مقتدر سیاسی شخصیات عملی طور پر میدان میں آ گئی ہیں۔ ہمیں ان سیاسی شخصیات کے الیکشن میں حصہ لینے پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن افسوس فوجی حکومت کے پالیسی سازوں کی فہم وفراست پر ہوتا ہے کہ یہ لوگ بات پہلے کر دیتے ہیں اور سوچتے بعد میں ہیں۔ اسی وجہ سے حکومت کو کئی ایک دفعہ اپنے مؤقف سے پیچھے ہٹنا پڑا جیسے جنرل سیلز ٹیکس کے نفاذ کا بڑے زور وشور سے چرچا ہوا، سمگلنگ کی روک تھام کے لئے بلند بانگ دعوے کئے گئے، قانون توہین رسالت میں ترمیم کا فیصلہ کیا گیا، کالا باغ ڈیم کی تعمیر کو بھی ملکی سلامتی کے لئے جزو لاینفک قرار دیا گیا، مگر قارئین ان تمام فیصلوں کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

صدر جنرل پرویز مشرف ملک میں موجود تمام برائیوں کا ذمہ دار سیاسی جماعتوں کو گردانتے ہیں اسی لئے انہوں نے غیر جماعتی انتخابات کا انعقاد کیا تاکہ ملک میں سیاسی جماعتوں کے کردار کو کم (باقی صفحہ آخر پر)

غزل

فانی بدایونی

کیوں نہ سب پہ ہو جاتا حالِ دل عیاں اپنا
ہر سکوتِ بے جا کی تہہ میں تھا بیاں اپنا

دل سے کچھ امیدیں تھیں، وہ بھی اب انہی کا ہے
کاش عشق میں ہوتا، دل ہی راز داں اپنا

تیرے در سے اٹھ کر ہم، جائیں تو کدھر جائیں
اب زمین اپنی ہے اور نہ آسماں اپنا

فصلِ گل جو یاد آئی، آشیاں بھی یاد آیا
فصلِ گل میں اجڑا تھا شاید آشیاں اپنا

بجلیوں سے غربت میں، کچھ بھرم تو باقی ہے
جل گیا مکاں، یعنی تھا کوئی مکاں اپنا

اس نے دل کی حالت کا کیا اثر لیا ہو گا
دل نہ کیا کہا ہو گا، دل ہے بے زباں اپنا

پھر بھی نا رسا ٹھہرا، اور کیا رسا ہوتا
عرش سے پرے پہنچا، شورِ الاماں اپنا

گھر ہے اب قفس فانی، گھر کبھی چمن بھی تھا
ہاں کبھی وطن بھی تھا، اب وطن کہاں اپنا

گزشتہ سے پیوستہ

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ
سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰہِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ
بِالظّٰلِمِیْنَ(۲۴۶) وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْآ اَنّٰی یَكُوْنُ لَهُ
الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰهُ عَلَیْكُمْ وَ
زَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (۲۴۷) وَقَالَ
لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰی وَ
اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(۲۴۸)فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ
بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَمَنْ لَّمْ یَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیْٓ اِلَّا
مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِیَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا
طَاقَةَ لَنَا الْیَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰہِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ
فِئَةً كَثِیْرَةً بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ(۲۴۹) وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ
عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ (۲۵۰) فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَقَتَلَ
دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰهُ اللّٰہُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا یَشَآءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ(۲۵۱) تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ
بِالْحَقِّ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (۲۵۲)

ترجمہ : اے محبوب (ﷺ) کیا آپ نے بنی اسرائیل کے اس گروہ کو نہیں دیکھا جو موسیٰ علیہ

السلام کے بعد تھا، جب انہوں نے اپنے نبی کو کہا کہ ہمارے واسطے ایک بادشاہ بنا تا کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑائی کریں۔ پیغمبر نے کہا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم نہ لڑو، انہوں نے کہا کہ ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم اپنی بستیوں اور اپنے بیٹوں سے نکالے گئے پس جب ان پر لڑائی فرض کردی گئی تو منہ پھیر لیا مگر ان میں سے تھوڑوں نے نہیں (پھیرا) اور اللہ جل جلالہ ظالموں کو جانتا ہے (۲۴۶) اور انہیں ان کے نبی نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ بنایا ہے، انہوں نے کہا کہ اس کی بادشاہت ہم پر کیسے ہوگی حالانکہ ہم اس سے زیادہ بادشاہی کے حقدار ہیں اور اسے مال میں فراخی (بھی) نہیں دی گئی، فرمایا (نبی نے) اللہ جل جلالہ نے تم پر اسے چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں زیادتی دی اور اللہ جل جلالہ اپنا ملک جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ جل جلالہ بہت وسعت والا علیم ہے (۲۴۷) اور انہیں ان کے نبی نے اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق کے ساتھ تمہارے پاس آئے گا۔ اس (صندوق) میں تمہارے رب کی طرف سے اطمینان ہوگا اور کچھ باقی (تبرکات) آل موسیٰ اور آل ہارون کے ہوں گے اسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے بے شک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم یقین رکھتے ہو (۲۴۸) پس جب طالوت لشکر کے ساتھ روانہ ہوا تو اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں نہر پر آزمانے والا ہے پس جس (شخص) نے اس نہر سے پانی پیا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے اس سے پانی نہ پیا وہ ہم میں سے ہے مگر ہاں اپنے ہاتھ کا ایک چلو بھر پانی (پئے) سب کے سب نے پانی پی لیا مگر ان میں سے تھوڑوں نے (نہ پیا)۔ پس جب اس نے اور اس کے ساتھی ایمانداروں نے نہر کو عبور کرلیا تو انہوں نے کہا آج کے دن ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کی طاقت نہیں۔ ان لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرف ملاقات کا یقین رکھتے تھے کہا کہ بہت تھوڑا گروہ بہت زیادہ گروہ پر مشیت الٰہی کے ساتھ غلبہ پالیتا ہے اور اللہ جل جلالہ کی مدد صابروں کے ساتھ ہے (۲۴۹) اور جب جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابل آئے اور انہوں نے دعا کی اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر انڈیل دے، ہمارے قدم جمائے رکھ اور کافر قوم پر ہم کو فتح عطا فرما (۲۵۰) اللہ جل جلالہ کی امداد سے انہوں نے ان کو شکست دے دی اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بادشاہت اور حکمت عطا فرمائی اور جو کچھ چاہا اسے تعلیم دی اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرتا تو ضرور زمین میں فساد پھیل جائے لیکن اللہ

تعالیٰ جل جلالہ جہانیوں پر صاحب فضل ہے (۲۵۱) یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں ہم آپ پر انہیں ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں اور بے شک اے حبیب مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پیغمبروں میں سے ہیں (۲۵۲)

حل لغت

: غرفۃ: چلو۔ فصل: جدا ہوا، چلا، روانہ ہوا۔

تفسیر: اللہ جل جلالہ بنی اسرائیل کے ایک دوسرے واقعہ کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کراتا ہے کہ وہ لوگ جو جہاد پر نکلتے ہیں مگر بدنیت ہوتے ہیں، راستے میں حیلے بہانے پیدا کر کے جہاد سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ چنانچہ واقعہ مذکورہ میں ان کی اس کیفیت کو بیان کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم ایک سچے اور حق پیغمبر کے پیرو ہو، ان واقعات سے نتائج و عبر اخذ کرتے ہوئے سیدھے راستے پر قائم رہو، جہاد سے روگردانی نہ کرو اور ان لوگوں کے پیروکار نہ بنو جنہوں نے جہاد کے احکام کو پس پشت ڈال دیا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کی جماعت کو آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا؟ جو موسیٰ علیہ السلام کے عہد کے بعد گزری اور جنہوں نے اپنے نبی "شمویل علیہ السلام" سے التجا کی کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ بنائیں جس کی قیادت میں ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں۔ نبی شمویل علیہ السلام چونکہ ان لوگوں کے مزاج سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ یہ جھوٹ بول کر اور بہانے تراش کر جہاد سے انکار کرتے ہیں تو شمویل علیہ السلام نے انہیں کہا کہ تمہارے انداز اس قسم کے نہیں ہیں کہ تم جہاد کرو گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ ہم اپنے گھروں سے بے دخل کیے گئے ہیں ہمیں اولاد سے جدا کیا گیا ہے ہم جہاد نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا؟

لیکن جب جہاد فرض کیا گیا اور جہاد کے لئے بادشاہ مقرر کیا گیا تو بہت تھوڑے جہاد میں شریک ہوئے باقی سب کے سب بھاگ نکلے۔ ان کی نافرمانی ظاہر ہوئی لہٰذا مسلمانوں کو متوجہ کیا گیا کہ کہیں ان کی طرح تم بھی نافرمانی میں مبتلا نہ ہو جاؤ لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ جہاد سے منہ موڑتے ہیں وہ ظالم ہیں اور اللہ جل جلالہ ظالموں سے بخوبی آگاہ ہے۔

۱۔ کنز الایمان مع خزائن العرفان، صفحہ ۲۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

ان کے نبی شمویل علیہ السلام نے انہیں کہا کہ طالوت تمہارا بادشاہ ہے۔ (اب بنی اسرائیل کی جہاد سے منہ موڑنے کی ایک اور وجہ بیان ہو رہی ہے) انہوں نے کہا کہ طالوت کیسے ہمارا بادشاہ ہو سکتا ہے جبکہ وہ مالدار بھی نہیں ہے، بادشاہت کرنے کا حق اس سے زیادہ ہمیں حاصل ہے۔ ان کے پیغمبر شمویل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اسی کو بادشاہ چن لیا ہے اور یہ علمی و جسمانی صلاحیتوں میں تم پر سبقت رکھتا ہے۔

اللہ جل جلالہ مالک الملک ہے بادشاہ حقیقی ہے جس کو چاہے بادشاہت دے اور نہایت وسعت والا اور ہر شے کا جاننے والا ہے۔ شمویل علیہ السلام نے انہیں کہا کہ اس بادشاہ کے حکومت کرنے کی نشانی یہ ہے کہ ایک صندوق تمہیں ملے گا جو تمہاری تسکین اور اطمینان کا باعث ہو گا وہ ایک ایسا صندوق ہو گا جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے اور اس میں آل موسیٰ اور آل ہارون کے تبرکات ہوں گے۔

رئیس المفسرین صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ جلالین و جمل و خازن و مدارک وغیرہ تحریر فرماتے ہیں

"یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک زراندوز صندوق تھا جس کا طول تین ہاتھ کا اور عرض دو ہاتھ کا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اس میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں تھیں، ان کے مساکن و مکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضور کی دولت سرائے اقدس کی تصویر ایک یاقوت سرخ میں تھی کہ حضور حالت نماز قیام میں ہیں اور گرد آپ کے آپ کے اصحاب۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا، یہ صندوق وراثتاً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ آپ اس میں توریت بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی۔ چنانچہ اس تابوت میں الواح توریت کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین شریفین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کی عصا اور تھوڑا سا من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے، اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی۔ آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں متوارث

... تا چلا آیا جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے، دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے"۔

(خزائن العرفان حاشیہ بر کنزالایمان، صفحہ ۳ ۷ - ۷۴، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

کچھ آگے چل کر مزید نقل فرماتے ہیں

"اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز و احترام لازم ہے، ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی اور حاجتیں روا ہوتی ہیں اور تبرکات کی بے حرمتی گمراہوں کا طریقہ اور بربادی کا سبب ہے۔ **فائدہ** تابوت میں انبیاء کی جو تصویریں تھیں وہ کسی آدمی کی بنائی ہوئی نہ تھیں اللہ کی طرف سے آئی تھیں" (حوالہ ایضاً)

اس واقعہ میں اللہ جل جلالہ کی بہت نشانیاں تھیں مگر ان لوگوں کے لئے جو کہ ایمان والے تھے۔ بنی اسرائیل کی ایک اور گستاخی اور نافرمانی کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب لشکرِ طالوت نکلا تو پیغمبر نے کہا کہ نہر سے پانی نہیں پینا۔ اگر چلو کوئی پی لے تو کوئی حرج نہیں مگر بنی اسرائیل نے سوائے چند لوگوں کے انتہائی نافرمانی کرتے ہوئے سیر ہو کر پانی پیا۔ چنانچہ جب نہر عبور کرلی تو کہا کہ آج ہم میں لڑائی لڑنے کی طاقت نہیں ہے لیکن ان میں سے چند لوگوں نے جن کو یقین تھا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہم نے پیش ہو کر حساب و کتاب دینا ہے کہا کہ ہم جہاد کریں گے اور بارہا ایسا ہوا ہے کہ تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالب آگئی اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ چنانچہ وہ لوگ جب جالوت اور اس کے لشکر کے مقابل ہوئے تو مومنوں نے دعا کی کہ اے ہمارے رب تعالیٰ! ہم پر صبر انڈیل دے، صبر کے فیضان سے ہمیں فیضیاب فرما اور جہاد میں ہمیں استقلال و استقامت، حوصلہ و ثبات قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں پر فتح نصیب فرما۔

پس اللہ تعالیٰ کی مدد، تائید و حکم کے ساتھ اور اس کی مشیت کے مطابق جالوت اور اس کے حواریوں کو شکست ہوئی اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا اور رب تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو سلطنت عطا فرمائی اور حکمت عطا کی اور نیز جو کچھ ذات باری تعالیٰ نے چاہا علم عطا کیا اور اگر اللہ تعالیٰ مفسدین کو اپنے نیک بندوں کے ذریعہ ختم نہ کرائے تو بلاشبہ روئے زمین کے نظام میں خلل اور فساد واقع ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تمام کائنات و مخلوقات کائنات پر عام ہے۔

یہ تمام نتائج و عبر بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ احکام خداوندی، اور نصیحتیں (باقی صفحہ ۲۳ پر)

گزشتہ سے پیوستہ

شہہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشاہیر کی نظر میں

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی

ہفت افلاک سے یا کاہکشاں سے لاؤں
نعت کہنے کے لئے لفظ کہاں سے لاؤں

اشک لے آؤں جو میں دامنِ رحمت کے لئے
پھول قدموں کے لئے باغِ جناں سے لاؤں

روح کا کرب جو لاؤں میں فغانِ شب سے
ایک بے نام خلش قلبِ تپاں سے لاؤں

حرمِ پاک ہے کس سمت، مدینہ ہے کدھر
یہ شعور آپ کے قدموں کے نشاں سے لاؤں

یوں تو دنیا کی ہر اک چیز میسر ہے مگر
روح اور قلب کی تسکین کہاں سے لاؤں

دل میں ہے مدحتِ حضرت کی تمنا لیکن
روئے قرطاس پہ کیا عجزِ بیاں سے لاؤں

کس طرح پہنچوں درِ عرش نشاں تک رفعت
کس طرح رنگ بہاروں کا خزاں سے لاؤں

(رفعت سلطان، نعت کائنات، صفحہ ۱۹۹)

حضور سرکار مدینہ ﷺ کی ایک عقیدت کیش رفعت سلطان کمال نیاز مندی کے ساتھ سید العرب والعجم، آقائے معظم و محترم ﷺ کی خدمت عالی میں محبت کے جذبات کا والہانہ اظہار کرتی ہیں۔ رفعت کو ان مبارک اور موزوں الفاظ کی جستجو ہے جو آقائے دوجہاں ﷺ کے شایان شان ہوں۔ اشکوں کے موتی پرو کر رحمت للعالمین ﷺ کے دامن رحمت میں نذر کرتی ہیں، بہشت کے پھولوں کا گلدستہ سجا کر حضور ﷺ کے قدموں میں نچھاور کرتی ہیں، اللہ جل شانہ کے پاک گھر کا طواف کرنے اور سرکار دوعالم ﷺ کی آخری آرامگاہ کی چوکھٹ پر جبین عقیدت جھکانے کے لئے حضور اقدس ﷺ کے نقش قدم سے رہنمائی حاصل کرتی ہیں، متاع زیست کی ہر آسائش میسر ہونے کے باوصف روح کی آسودگی اور قلب کی تسکین کے لئے ماہی بے آب کی طرح بے چین ہیں۔ آقا ﷺ کی مدحت کی خواہش دل میں تڑپ رہی ہے مگر اپنے عجز و نیاز مندی کے اظہار کے لئے الفاظ کی دولت سے محروم ہیں۔ اپنے خزاں رسیدہ لفظوں میں بہاروں کی سی تروتازگی، شگفتگی اور دلفریبی کا رنگ بھرنے کے لئے بے کل ہیں تاکہ آقائے فرش و عرش کے درپاک تک پہنچنے کی شدید تمنا کو شرمندہ

تعبیر کر سکیں۔ رفعت سلطان کے زمزمۂ عقیدت و محبت کے بعد دیکھتے ہیں کہ صناع ازل جل جلالہ سورہ احزاب آیہ ۴۰ میں اپنے حبیب پاک ﷺ کے حق میں کن جذبات کا اظہار کرتے ہیں

ما کان محمدٌ ابآ احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیء علیما

ترجمہ: محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

ما کان محمد" ابآ احدٍ من رجالکم آیہ کریمہ کے اس حصہ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حضور انور ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد زندہ نہیں تھی، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے، ان کے ساتھ حقیقی باپ بیٹے کا رشتہ نہیں تھا۔ شومئ قسمت سے جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے اصرار کی وجہ سے طلاق دی تو پھوپھی زاد ہونے کے ناطے ان کی دل جوئی کی خاطر حضور ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ چنانچہ مخالفین اسلام نے شور و غوغا کرتے ہوئے آسمان سر پر اٹھا لیا اور حضور ﷺ کو بدنام کرنے کی خاطر یہ افتراء پردازی کی کہ پیغمبر اسلام (ﷺ) نے اپنے بیٹے کی بیوی کو اپنی زوجہ بنا لیا۔ بقولِ کفار "تعلیماتِ اسلام کی رو سے یہ شادی قطعاً جائز نہیں"۔ چنانچہ خداوند بزرگ و برتر نے آیۂ مبارکہ کے اس حصہ میں اس متنازع امر کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میرے پیارے حبیب ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ اس ارشاد ربانی کا مقصد یہ تھا (چونکہ حضرت زید حضور ﷺ کے سگے بیٹے نہیں تھے) اس لئے آنحضرت ﷺ نے بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رشتہ زوجیت قائم کرنے میں ایسا جرم نہیں کیا جو دنیا کے کسی بھی قانون کے لحاظ سے قابلِ تعزیر ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی منافقین اور بدباطن یہودیوں کی ہرزہ سرائیوں کا ایک مسکت جواب تھا۔

اب اس آیہ کریمہ کے دوسرے حصہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کے مطالب پر غور کیجئے جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ جل جلالہ کے رسول ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ آپ خاتم النبیین ہیں یعنی بعثتِ انبیاء کے سلسلہ کے ختم ہونے پر حضور انور ﷺ نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ مولانا ظفر علی خان کیا خوب فرماتے ہیں

مصطفیٰ کو جب ملا پیغام اکملت لکم | گل ہمیشہ کے لئے شمعِ نبوت ہو گئی

ان الفاظ گرامی کا بدیہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جس ذات تقدس مآب کو اللہ جل جلالہ نے خاتم الانبیاء کے شرف سے نوازا ہے وہ یقیناً عام شخصیت نہیں ہیں بلکہ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض کے ارشاد ربانی کی رو سے تمام انبیاء کرام سے زیادہ رفیع الدرجات اور عظیم المرتبت ہیں اور خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک انتہائی محبوب و محترم ہیں۔ یہ اسی عظمت و رفعت، احترام و شان محبوبیت کا نتیجہ تھا کہ مولائے رحیم و کریم نے یہ آیت پاک آپ کی شان میں نازل فرمائی و رفعنا لک ذکرک۔ اے حبیب مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم نے آپ کی خوشنودیٔ خاطر کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔ یعنی جہاں جہاں آپ کے خالق عظیم و برتر کی جلالت و کبریائی کا ذکر کیا جاتا ہے وہاں لازماً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی حقانیت کا اقرار کیا جاتا ہے، جب باآواز بلند نماز کی طرف پکار کر بلایا جاتا ہے اور اللہ کی الوہیت کا اقرار کیا جاتا ہے تو ساتھ ہی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی جاتی ہے۔ کلمہ طیبہ میں اللہ جل شانہ کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ نماز میں تحیت کے دوران اللہ تعالیٰ کی تحیت و صلوٰۃ و طیبات کا اقرار کرنے کے معاً بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے ان پر سلامتی، رحمت اور برکات بھیجی جاتی ہے۔ تشہد میں اللہ جل جلالہ کی وحدانیت کی شہادت دیتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عبدیت اور عظمت رسالت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ جل جلالہ کی خدمت اقدس میں التجا کی جاتی ہے کہ سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اولاد پاک پر درود و سلام اور برکات نازل فرمائیو۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں بلکہ پانچ کے پانچ بناء اسلام میں یہ حکمت کارفرما ہے کہ کائنات کے وجود اور اس کی بقاء و سلامتی کو کنٹرول کرنے والی وحدہ لاشریک کی ذات اقدس ہے اور اس کے ارشادات اور احکامات کے شارح اور مبلغ سید المرسلین و خاتم النبیین کی ذات گرامی صفات ہے لہٰذا یہ دونوں عظمت مآب ہستیوں کا ذکر باہم دگر لازم و ملزوم ہے۔

تنہا لا الہ الا اللہ کہنے سے دین اور دنیا میں کامیابی اور کامرانی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ سندانِ عشق پر محمد رسول اللہ کی کاری ضرب نہ لگائی جائے۔ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو کامیاب زندگی گزارنے کا چلن سکھاتا ہے۔ یہ چلن اسوۂ پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع سے مکمل ہوتا ہے۔ لہٰذا اسوۂ حسنہ ایک مینڈیٹ (اختیارات تفویض کرنے والا فرمان) ہے جو رب ذوالجلال کی طرف سے سید الثقلین نبی الحرمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا گیا ہے۔ اسی مینڈیٹ پر عمل کرتے ہوئے کائنات ارض و سماوات

کی ہر مخلوق بالخصوص انسان عظمت و شرف کی بلندیوں کو چھو سکتا ہے۔ خداوند بزرگ و برتر نے رسول معظم ﷺ کے اتباع کو لازمی قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یعنی اے مسلمانو! تمہارے لئے میرے پیارے رسول (ﷺ) کی ذات میں پیروی کرنے کے لئے ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔ صاحبان فکر و نظر کے لئے یہ ساری کائنات اور اس کے اندر اسرار و رموز کے خفی اور جلی خزینے اور دفینے خالق ذوالجلال کی صناعی اور شان بدیعی کے حسین و جمیل مظاہر ہیں جنہیں دیکھ کر چشم حیرت و استحسان انگشت بدنداں رہ جاتی ہے اور دیکھنے والی آنکھ اور سوچنے والا ذہن بے ساختہ پکار اٹھتا ہے سبحان ربی الاعلی پاک ہے میرا رب جو بہت بزرگ و برتر ہے۔

جاننے والا جانتا ہے کہ کائنات کی یہ حسین و جمیل محفل کس کے لئے سجائی گئی ہے۔ ایک حدیث قدسی اس امر کی عقدہ کشائی کرتی ہے لولاک لما خلقت الافلاک رب العزت ارشاد فرماتے ہیں اے حبیب پاک ﷺ اگر آپ بزم جہاں میں رونق افروز نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ ایک شاعر نے خوب کہا ہے

تیری خاطر ہو گیا وحدت کا کثرت میں ظہور | حق نے تیرے واسطے سارا جہاں پیدا کیا

کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اس جمیل و حسین، رنگین و سحر آفرین کائنات کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ یقیناً وہ ذات پاک ہو گی جس کے مخفی خزانے میں حسن و جلال کی حیرت انگیز دنیا ئیں آباد ہوں گی، دلکشی اور رعنائی کے ہزاروں جلوے مچل رہے ہوں گے، سرود و نغمگی سے لبریز ہوشربا گیت صبر و شکیب کا امتحان لینے کے لئے بے چین ہوں گے۔

قرآن پاک میں اپنے حسن و جمال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رب العزت ارشاد فرماتے ہیں و من احسن من اللہ صبغۃ یعنی وہ کون ہے جس کے حسن کے رنگ میں اللہ جل جلالہ کے رنگ سے بڑھ کر دلفریبی اور دلربائی ہو گی۔ یقیناً کائنات میں کوئی ایسی معتبر ہستی نہیں ہے جو منبع حسن و جمال کی ہمسری کا تصور کرنے کی جسارت کر سکے۔ منبع حسن و جمال جل جلالہ اور محور جمال و کمال جل جلالہ کے مخفی خزانے میں دلکشی اور دل ستانی کے جتنے بھی قرینے اور سلیقے تھے وہ خالق اکبر نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی ذات گرامی میں نقش کر دیے تھے تاکہ دنیا کا کوئی بھی انسان یہ نہ کہہ سکے کہ نقاش ازل کے شہکار میں فلاں کمی تھی۔ حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اشعار میں انہی جذبات کی

ترجمانی کی ہے، فرماتے ہیں

و احسن منک لم ترقط عینی | و اجمل منک لم تلد النساء

یعنی میری آنکھ نے آپ ﷺ سے بڑھ کر حسین انسان نہیں دیکھا اور نہ کسی عورت نے آپ سے زیادہ خوبصورت بچہ جنا ہے۔

خلقت مبراء من کل عیب | کانک قد خلقت کما تشاء

یعنی آپ کو ہر عیب و نقص سے پاک بنایا گیا ہے گویا کہ آپ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق عالم وجود میں تشریف لائے ہیں۔

خالق کائنات کی حسین ترین تخلیق یعنی محبوب رب العالمین ﷺ کے لئے جو محفل آراستہ کی گئی یقیناوہ بھی دلآویزی اور شگفتگی میں صنائی کا اعلیٰ ترین نمونہ تھی کیونکہ منشاء ایزدی تھا کہ کائنات کی محبوب ترین ہستی کے لئے ایسی محفل کا اہتمام کیا جائے جو ان کے شایان شان ہو۔ اسی لئے رنگ و نور کی جھلملاہٹیں، گل وبلبل کی محبت آفریں سنگت، سرو و سمن، نرگس و نسترن کی دلفریب اٹھکیلیاں، قمری و عندلیب کی خوش خرام کلکاریاں، برف پوش پہاڑوں کی سیمیں چمک دمک، بل کھاتی نہریں، گنگناتے چشمے، آبشاروں کی سرور آگیں رم جھم، زمزمہ سنجی اور نغمگی کے سمع نواز گیت، فضاء بیکراں میں ستاروں اور سیاروں کی نور افشاں کرنوں کی دلفریب ضیاء باری، سمندر کی اتھاہ گہرائیوں کی گود میں اچھلنے کودنے اور مچلنے والی حیرت انگیز مچھلیوں کی ہوشربا طلسم اور نجانے کتنے اور ان گنت عجائب وغرائب ہوں گے جو بدیع السماوات والارض نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی خاطر تخلیق کیے ہوں گے۔

آسمانوں اور زمین میں پھیلے ہوئے ان وسیع و عریض عجائب و غرائب کے اسرار و رموز کو جاننے کے لئے اللہ جل شانہ قرآن کریم میں سورہ الجاثیہ کی آیت ۱۳ میں ارشاد فرماتے ہیں

و سخر لکم ما فی السموٰت و ما فی الارض جمیعا منہ ان فی ذالک لایت لقوم یتفکرون

ترجمہ: اللہ (جل جلالہ) نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے (تمہارے تابع کر دیا ہے) ان تمام چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین کے اندر (خالق ذوالجلال) نے پیدا کی ہیں۔

ان سب باتوں میں خدا کی شان صناعی اور عظمت خلاقی کی بہت سی نشانیاں مضمر ہیں ان لوگوں کے لئے جو تفکر و تدبر سے کام لیتے ہیں۔

(باقی صفحہ نمبر ۱۷ پر)

آہ! ماہ گل صاحبہ

سید محمد انور شاہ قادری

گفتم کہ چمن رزمِ حیات ہمہ جائیست | بزیست کہ شیرازۂ او ذوقِ جدائیست

مدیر اعلیٰ ''الحسن'' حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی المعروف مولوی جی صاحب مدظلہ العالی کی اہلیہ محترمہ حضرت ماہ گل صاحبہ ۱۶ جون ۲۰۰۱ء / ۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ بروز ہفتہ صبح ساڑھے چار بجے اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر خالق حقیقی سے جاملیں انا للہ وانا الیہ راجعون

جس طرح قبلہ مولوی جی صاحب کے وجودِ باجود سے ایک عالم مہک رہا ہے اسی طرح محترمہ ماہ گل صاحبہ چراغِ خانہ کی حیثیت سے آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب پشاور کو منور کیے ہوئے تھیں۔ آپ کی ذاتِ ستودہ صفات مینارہ نور بن کر مستورات کی تعلیم و تربیت اور رہنمائی کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ آپ کی حیاتِ طیبہ عورتوں کے لئے اسلامی زندگی کا ایک بہترین نمونہ تھی۔

آپ کا اصل نام جنت خاتون تھا اور حضرو (پنجاب) کے ایک برگزیدہ خانوادے کے چشم و چراغ حضرت میاں عبدالرؤف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی جو شیخ الاسلام والمسلمین قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالغفور صاحب المعروف سوات بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اکبر حضرت میاں فضل الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ کاتبِ تقدیر کے فیصلے اور اپنی خوش بختی کے باعث ۱۹۴۴ء میں حضرت برہان العاشقین حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب قادری گیلانی کی بہو بن کر مولوی جی صاحب کی زوجیت میں داخل ہوئیں۔ سسر نامدار آپ کو ''ماہ گل'' کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا یہ لقب اس قدر معروف ہوا کہ تمام حلقہ قادریہ حسبیہ آپ کو اسی نام سے پکارنے لگا۔ آپ نے سسرال میں بہو کی بجائے بیٹی بن کر شب و روز بسر کیے اور ساس و سسر کو والدین کا درجہ دیتے ہوئے نہایت اخلاص سے ان کی خدمت شروع کی یہاں تک کہ ان کے دلوں میں بھی صاحبزادی جیسی جگہ بنا لی اور انہوں نے اگر مسندِ سجادگی پر مولوی جی صاحب کو بٹھایا تو آستانہ عالیہ کے اندرونی معاملات کی نگرانی اور عورتوں کی تعلیم و تربیت کا مقدس فریضہ ماہ گل صاحبہ کے سپرد فرمایا اور اس پاک طینت خاتون نے بھی مرتے دم تک نہایت خوش اسلوبی سے یہ فرائض انجام دیئے۔

محترمہ ماہ گل صاحبہ نے آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان یکہ توت پشاور کو ایک مثالی و معیاری خانقاہ بنانے میں قبلہ مولوی جی صاحب کا بھرپور ساتھ دیا۔ حضور مولوی جی صاحب کے وسیع حلقۂ عقیدت واحباب کا پورا پورا خیال رکھا۔ وقت بے وقت خصوصاً رات گئے آنے والے مہمانوں کی آمد سے کبھی دل برداشتہ نہیں ہوئیں۔ اگر گھر پر کام کاج کرنے والوں میں سے کوئی ان کو مصیبت سمجھتے ہوئے شکوہ شکایت کرتا تو آپ اسے منع فرماتیں کہ "ایسی باتیں مت کرو، یہ تو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان ہیں"۔

لنگر غوثیہ کی تیاری اور تقسیم کے فرائض ماہ گل صاحبہ نہایت ہی عقیدت اور خلوص سے انجام دیا کرتی تھیں بلکہ اسے عبادت سمجھتی تھیں۔ اس لنگر شریف سے مستفیض ہونے والے گواہ ہیں کہ آپ کے دستِ اقدس کی پکی ہوئی دال بھی مرغ سے زیادہ لذیذ ہوا کرتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں آنے والی عورتوں کے ساتھ نہایت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات فرماتیں۔ ان کے مصائب اور مشکلات کی روداد سکون واطمینان سے سنتیں اور پھر اس کے حل کے لئے کوئی ورد پڑھنے کے لئے عنایت فرماتیں، بچوں کو دم کرتیں اور اگر کسی عورت کا مسئلہ زیادہ پیچیدہ ہوتا تو قبلہ مولوی جی صاحب سے رجوع فرمایا کرتیں۔

گزشتہ کچھ عرصہ سے ماہ گل صاحبہ کو جگر کا عارضہ لاحق تھا۔ ڈاکٹر منیر اقبال صاحب، ڈاکٹر محمد انعام قادری، ڈاکٹر شمس سلیمان قادری وغیرہ نے آپ کا علاج کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی لیکن مولوی جی صاحب نے فرمادیا تھا کہ یہ ٹھیک ہونے والی بیماری نہیں البتہ یہ اپنا وقت پورا کرے گی۔ چنانچہ ۱۶ جون ۲۰۰۱ء یہ وقت پورا ہونے کے بعد آپ نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

آپ نے ایک روز پہلے آستانہ عالیہ قادریہ کی تمام خادماؤں کو اپنے پاس بلایا، ان کو دعائیں دیں اور ہر ایک کو نقد روپیہ بھی عنایت فرمایا۔ نیز اپنی تجہیز و تکفین کے لئے بھی ایک خطیر رقم اپنے پوتے سید فخر الزمان گیلانی کو مرحمت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے واصل بحق ہوئیں۔ ان دنوں پشاور میں شدید گرمی پڑ رہی تھی کیونکہ یہ سخت گرمی کا موسم تھا لیکن اس روز صبح چھ بجے بارش ہوئی اور سارا دن آسمان پر بادل چھائے رہے، ٹھنڈی اور فرحت بخش ہوا چلتی رہی اور موسم نہایت ہی خوشگوار رہا اور جب چھ بجے بعد از نمازِ عصر آستانہ عالیہ قادریہ سے جنازہ اٹھایا گیا تو پھر آسمان سے شبنم برسنے لگی۔ یوں

اہلِ پشاور نے مخبر صادق ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کی صداقت کا بھرپور مشاہدہ کیا کہ "صالح بندہ (مرد و عورت) کی وفات پر زمین و آسمان روتے ہیں"۔ آپ کا جنازہ ذکرِ الٰہی کے حلقہ کے ساتھ آستانہ عالیہ سے روانہ ہوا اور تمام راستے پر ذکر جہر کا سلسلہ جاری رہا۔ جنازے کی چارپائی پر ایک وزنی تابوت میں ماہ گل صاحبہ کا جسدِ اطہر رکھا گیا تھا اور چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھے گئے اور یہ بانس کندھوں پر نہیں بلکہ لوگوں کے سروں کے اوپر تھے۔ احقر نے خود تین مختلف مقامات پر آگے بڑھ کر کندھا دینے کی کوشش کی لیکن اونچا ہونے کی وجہ سے صرف ہاتھ بلند کر کے بانس کو لگایا اور کچھ دیر تک ساتھ چلتے ہوئے تبرک حاصل کیا۔ مگر یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ہاتھوں پر کسی قسم کا کوئی وزن قطعاً محسوس نہیں ہو رہا تھا حالانکہ عموماً مردے کا بڑا بوجھ ہوتا ہے لیکن یہاں ایسی کوئی بات ہی نہ تھی۔ بعد میں جب دوسرے لوگوں سے اس موضوع پر تبادلہ خیال ہوا تو سب نے یک زبان ہو کر یہ گواہی دی کہ چارپائی تو ہوا میں اڑی جا رہی تھی ہم تو صرف تبرک کے لئے اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے چارپائی کو چھونے کی کوشش کر رہے تھے۔ جب قبلہ مولوی جی صاحب کی خدمت اقدس میں اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کی مخلوق تھی جو جنازے کو اٹھائے ہوئے تھی"۔ حاضرین محفل بھانپ گئے کہ مخلوق سے مولوی جی صاحب کا اشارہ نورانی مخلوق (فرشتوں) کی طرف ہے لیکن ازراہِ مروت واضح طور پر یہ ذکر نہیں فرمایا کنایتاً ذکر کر دیا۔

ماہ گل صاحبہ کا جنازہ بھی پشاور شہر کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ اس کا ایک سرا وزیر باغ میں پہنچ چکا تھا اور دوسرا ابھی یکہ توت میں ہی تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ تمام اہلیان پشاور گھر بار، کاروبار، دفتر اور دکانیں چھوڑ کر جنازہ میں شامل ہیں۔ مضافاتِ پشاور سے بھی کثیر تعداد میں لوگ آئے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں آستانہ عالیہ کے عقیدتمند اور متعلقین سرحد، پنجاب اور سندھ کے مختلف شہروں سے بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔

انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا یہ سمندر جب وزیر باغ کے وسیع و عریض جنوبی مشرقی حصے میں داخل ہوا تو ہر طرف سر ہی سر نظر آ رہے تھے اور اس میدان کی وسعتیں سکڑ کر رہ گئیں اس موقع پر قبلہ مولوی جی صاحب کے حوصلہ کی بھی داد دینی پڑتی ہے، کہ آپ نے نہایت صبر و استقامت سے اس غم کو برداشت کرتے ہوئے زوجہ محترمہ کی آخری خواہش پوری کرتے ہوئے خود نمازِ جنازہ کی امامت

فرمائی، دعا کی اور جنازہ میں شامل ہونے والے تمام لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔ بعد ازاں سینکڑوں اشکبار آنکھوں کے سامنے ماہ گل صاحبہ کو حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان میں حضرت آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت ماہ گل صاحبہ کی وفات حسرت آیات سے آستانۂ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ایسا نقصان ہوا ہے جس کی کوئی تلافی ممکن ہی نہیں۔ سب سے زیادہ صدمہ تو حضور مولوی جی صاحب کو ہے کہ آپ سے اپنی مونس و غمگسار اور مثالی رفیقۂ حیات جدا ہو گئیں۔ جناب سید غلام السیدین (شیر آغا)، سید جمال الحسنین (جان آغا)، سید علاؤالدین علی (شوکت آغا)، سید محمد حسنین (سید آغا)، سید محمد سبطین (تاج آغا)، سید نور الحسنین (سلطان آغا)، سید احمد محی الدین (اسد آغا)، سید غلام الحسنین (ننی آغا) اور ان کی دو دختران فرخندہ اختران اپنی شفیق والدہ ماجدہ، ان کے بچے اپنی دادی دنانی اور حلقہ قادریہ حسنیہ کے عقیدتمند و مریدین اپنی ہمدرد ماں کے سائے سے محروم ہو گئے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ماہ گل صاحبہ کو جنت الفردوس میں بلند مقام نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے-- آمین ثم آمین -- وجاہ نبی الروف الرحیم

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا | نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

بقیہ: شہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم

اس آیت پاک کے مطالب پر اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ خداوند علیم و خبیر چاہتے ہیں کہ اس کی حسین و جمیل کائنات کا مشاہدہ بنظر عمیق کیا جائے، اس کے اندر اسرار و رموز کے پوشیدہ خزانوں کو تحقیق و تجسس کی نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ اس مشاہدہ اور مطالعہ کی روشنی میں تفکر اور تدبر کی اعلیٰ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ان پوشیدہ خزانوں کو مسخر کیا جائے۔ یہی منشاء ایزدی ہے اور منشاء ایزدی کے مطابق جدوجہد کرنے والا شخص اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہوتا ہے لہٰذا دین و دنیا دونوں میں کامیابی اور کامرانی اس کے قدم چومتی ہے۔

(جاری ہے)

قطعہ تاریخ (سال رحلت)

اہلیہ محترمہ حضرت مخدوم ملت قبلہ سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری مدظلہ العالی

تعزیت گزار: شاعر بے نظیر محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، جاہ اہل ایمان"

۲ ۲ ۴ ۱ ھ

اوج آلِ حبیب حی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

۱۴۲۲ھ

اعلیٰ نسب و والا حسب آلِ نبی ہے
اس بات کا ہر صاحبِ ایمان کو ہے اقرار
اس پاک قبیلے کو عطا کی ہے خدا نے
تابانیٔ اخلاق و درخشانیٔ کردار
دنیا سے جو رخصت ہوئی، تھی وہ بڑی ہستی
کرتا ہے یہ ناچیز دلی رنج کا اظہار
قبر اس کی معنبر ہو، معطر ہو الٰہی
ہو خلد مقام اس کا بہ حقِ شہِ ابرار
طارق سر "طوبیٰ" سے ہے اس کا سنِ رحلت
۹
وہ عارفۂ وقت ہے "مغفورۂ ستار"

۱۹۹۲ + ۹ = ۲۰۰۱ء

ہماری ماں

سید احمد ناصر گیلانی المعروف میر آغا

ابوالبرکات حضرت سید حسن قادری ٹھٹھوی ثم پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانے کی یہ روایت رہی ہے کہ جب بھی کوئی بہو اس گھرانے میں بیاہ کر آتی ہے تو اسے ایک سسرالی نام دیا جاتا ہے اور پھر یہ نام اصل نام کی جگہ لے لیتا ہے۔ جب قبلہ و کعبہ پیر و مرشد مولوی جی صاحب کی شادی ہوئی تو ان کی دلہن کو "ماہ گل" کا نام دیا گیا۔ پتہ نہیں یہ عجیب بات ہے کہ گھرانے کے بزرگ جس بہو کو جو نام دیتے ہیں آنے والا وقت یہ ثابت کر دیتا ہے کہ جیسے یہ نام اس بہو کی شخصیت کی پوشیدہ صفات کو دیکھ کر رکھا گیا تھا۔

ماہ کا معنی چاند اور گل یعنی پھول۔ آج میں جب ماہ گل جی کی شخصیت پر نظر دوڑاتا ہوں تو ان کی شخصیت ان دونوں صفات کا واقعی ایک حسین امتزاج نظر آتی ہے۔ ایک طرف تو چاند کی طرح محبت بھیرتی نورانی صورت اور دوسری جانب شفقت کی خوشبو سے لبریز مہکتی شخصیت۔ ایسی شخصیت کہ جس کے سائے میں جو بھی آبیٹھا اپنی زندگی کے سب دکھ بھول گیا۔ شہر کی خواتین اس منور چہرے سے آس اور امید کی کرنیں سمیٹتیں اور اس پھول کی خوشبو سے اپنی نس نس کو سکون اور صبر کی مہک سے آراستہ کر کے لوٹتیں۔ جب ماہ گل جی کسی دکھی کے لئے دست بہ دعا ہوتیں تو یوں لگتا کہ اب مشکلیں ٹل جائیں گی اور رب مہربان ہو جائے گا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ رب تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کے دعا کے لئے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھی اور نہ صرف شہر پشاور بلکہ پاکستان کے کونے کونے سے آنے والی خواتین کے لئے ماہ گل جی کی دعائیں باعث رحمت و برکت ثابت ہوئیں۔

میں نے بچپن میں یہ محسوس کیا کہ میرے والد آغا گل اور والدہ محترمہ جب بھی مولوی جی یا ماہ گل کا ذکر کرتے تو ان کے لہجے میں عجیب قسم کا احترام اور محبت ہوتی۔ میں سمجھتا کہ شاید مولوی جی میرے والد کے بڑے بھائی اور ماہ گل میری والدہ کی بڑی بہن ہیں شاید اس وجہ سے اتنا احترام کرتے ہوں۔ مگر بعد میں جب تھوڑے ہوشمند ہوئے اور رشتوں کی صحیح پہچان ہوئی تو معلوم ہوا کہ میرے والد صاحب مولوی جی صاحب کے بڑے بھائی ہیں اور حیرانی ہوئی کہ بڑا بھائی اور چھوٹے کی اتنی عزت و احترام۔ لیکن بعد میں ان دونوں شخصیات کو قریب سے دیکھنے کے بعد یہ بات سمجھ میں آگئی۔

ہم نے بچپن لاہور میں گزارا اور پھر آغا گل کی سرکاری نوکری کی وجہ سے اپنے آبائی گھر میں رہنے کا موقع نہ ملا مگر جب آغا گل کی وفات کے بعد ہم اپنے آبائی گھر لوٹے تو ان دونوں شخصیات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

وہ میری اس گھر میں پہلی رات تھی، علی الصبح میری آنکھ کھل گئی، صبح کا اجالا ہونے کو تھا۔ دور پہاڑوں کے پیچھے سے سورج کی کرنیں ہلکی ہلکی پھوٹ رہی تھیں، سحر کی ٹھنڈک اور ہلکی ہلکی سردی محسوس کرتے ہوئے میں نے پاؤں کے پاس پڑی چادر اوڑھنے کو اٹھائی ہی تھی کہ مجھے کسی کے کچھ پڑھنے کی آواز آئی۔ میں نے دائیں بائیں مڑ کر دیکھا تو میرے ساتھ چھت پر سب لوگ سو رہے تھے، آواز نیچے صحن سے آرہی تھی۔ میں اٹھ کر منڈیر کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ نیچے کشادہ صحن کی مشرقی دیوار کے پاس ایک بڑا تخت پڑا ہوتا تھا۔ ماہ گل جی اس پر بیٹھی تھیں اور مصلہ بچھائے قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھیں، مجھے بہت اچھا لگا، بڑا ہی روحانی منظر تھا، میں انہیں دیکھتا رہا، نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے دلائل الخیرات پڑھی اور پھر تسبیح لے کر وظیفہ کرنے لگیں۔ جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور نظریں آسمان کی طرف اٹھیں تو سامنے چھت پر مجھے کھڑا پایا۔ مجھے دیکھ کر پہلے حیران ہوئیں اور پھر شفقت سے مسکرائیں۔ میں نے سر کے اشارے سے سلام کیا تو انہوں نے چہرہ اٹھا کر مجھ پر دور سے پھونکا اور نماز و قرآن کی برکات سے نوازا۔ میں پھر بستر پر جا کر لیٹ گیا، دوبارہ آنکھ کھلی تو صبح کے سات ساڑھے سات بجے کا وقت تھا۔ میں دوبارہ منڈیر کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ ماہ گل اسی طرح تخت پر بیٹھی تھیں مگر اب ان کے دائیں بائیں اور سامنے چارپائیوں پر بہت ساری خواتین جن میں جوان اور ادھیڑ عمر عورتیں اور نوجوان لڑکیاں شامل تھیں کو بیٹھے ہوئے پایا۔ ہر ایک اپنی باری پر اٹھ کر ماہ گل کے پاس آتی اور اپنا دکھ اور کیفیت ان کو بتاتی۔ ماہ گل جی بڑی شفقت اور تحمل سے ان کی بات سنتیں اور پھر "اللہ تمہاری تکلیف آسان فرمائے" کہہ کر اس پر کلام پاک پڑھ کر پھونکتیں۔ اس خاتون کے چہرہ پر سکون کی ایک لہر دوڑ جاتی جیسے اس کا دکھ کم ہو گیا ہو یا اس کے دکھ میں ماہ گل کی شرکت نے اس کا دل ہلکا کر دیا ہو۔ اگر کوئی عورت اپنا دکھ یا کیفیت سنا کر رو پڑتی تو ماہ گل اس کے ساتھ رونے لگتیں، بڑا عجیب منظر تھا۔ میں بہت دیر تک دیکھتا رہا اچانک میرے دل میں حضرت رابعہ بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہا کا خیال آیا، ان کے بارے میں میں نے بہت کچھ پڑھ رکھا تھا۔ اللہ گواہ ہے کہ اس دن کے بعد جب کبھی بھی

کہیں حضرت رابعہ بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہا کا ذکر آیا تو میرے ذہن کے پردہ پر بی بی رابعہ بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہا کی جو تصویر ابھری وہ ماہ گل کی طرح کی تھی۔ شاید یہ ایسا اس لئے ہوا کہ مجھے ماہ گل جی میں حضرت رابعہ بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہا کا عکس نظر آیا شاید یہ اللہ والے سب ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں۔

سارا دن عورتوں کا تانتا ماہ گل جی کے پاس بندھا رہا اور باہر مولوی جی صاحب کے مہمانوں اور عقید تمندوں کا۔ ماہ گل جی کبھی باورچی خانہ میں جاکر مہمانوں کی تواضع کا بندوبست کرتیں تو کبھی واپس آکر آنے والی مہمان خواتین کی دلجوئی اور تواضع کرتیں۔ اتنا بڑا گھر اور اتنے مہمان، صبح سے رات گئے یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہر چیز کی ذمہ داری ماہ گل جی نے سنبھال رکھی تھی۔ ہر کام انتہائی سلیقے سے ہو رہا تھا، کہیں کوئی جھول یا کمی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ سارا دن گزر گیا جب میں رات گئے سونے کے لئے اوپر گیا تو اس وقت بھی ماہ گل ویسے ہی مصروف تھیں مگر پھر رات ایک بجے مجھے کسی کی آواز سنائی دی، کوئی کہہ رہا تھا "ماہ گل جی! اٹھیں دلہن آئی ہے"۔ میں اٹھ کر پھر منڈیر کے پاس گیا، نیچے ماہ گل جو شاید سونے کے لئے لیٹی ہی تھیں کہ دلہن کی آمد کا سن کر اٹھ بیٹھیں، دلہن ان کے پاس بیٹھی تھی۔ پتہ چلا کہ شہر کے دوست اور عقیدتمند دلہن کی ڈولی گھر لے جانے سے پہلے مولوی جی صاحب کے گھر لاتے ہیں تاکہ اس جوڑے کی آئندہ زندگی کے لئے دعا کرائی جائے۔ اس رات شہر میں بہت سی شادیاں تھیں اور بہت ساری دلہنیں آئیں۔ میں ماہ گل جی کی ہمت پر حیران تھا کہ صبح فجر سے لے کر دوبارہ فجر ہونے کو تھی اور ماہ گل مصروف تھیں۔ ماہ گل جی! یہ ہمت آپ ہی کی تھی، میں تو آپ کو صرف دیکھ دیکھ کر ہی تھک گیا۔ واہ ماہ گل! مولوی جی صاحب کا کس طرح ساتھ نبھایا آپ نے۔

ساتھ نبھانے کی بات چلی تو یاد آیا مولوی جی صاحب تو شروع ہی سے اللہ والے اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منظور نظر تھے اس لئے انہیں گدی نشینی کے لئے منتخب کیا گیا اور پھر مولوی جی صاحب کے لئے ماہ گل کا انتخاب بھی تو اسی سرکار بغداد کے جلیل القدر پوتے ابوالبرکات حضرت سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے احاطہ میں کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ میرے دادا برہان العاشقین حضرت آغا سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی (آغا جان رحمۃ اللہ علیہ) ایک روز دربار سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ میں مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ماہ گل جی کے نانا وہاں آگئے۔ اچانک آغا جان رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ گل جی کے نانا جوان سے نہایت

عقیدت و محبت رکھتے تھے کو مراقبہ سے اٹھ کر فرمایا "میں نے آپ کی نواسی کو دیکھا ہے اور وہ مجھے بہت پسند ہے، میں آپ سے اسے اپنے بیٹے (مولوی جی) کے لئے مانگتا ہوں"۔ ماہ گل کے نانا کی آغا جان رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت اور محبت کی انتہا دیکھئے کہ انہوں نے یہ رشتہ وہیں پر منظور کر لیا۔ میں مولوی جی صاحب جیسی ہستی سے عقیدت کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ حکم بھی بعد ادبی سے صادر ہوا ہوگا اس لئے کہ ماہ گل جی نے جس طرح حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے اس گھر کو سنبھالا اور فرائض سرانجام دیئے وہ کسی اور کے بس کا کام نہ تھا۔

جہاں پر ماہ گل جی کا دل پیار و محبت، شفقت، ایثار اور قربانی کا گہوارہ تھا وہاں ان کی طبیعت میں ایک جلالی پن بھی تھا جو سب اللہ والوں کا خاصہ ہوتا ہے۔ اگر انہیں دیکھ کر رب تعالیٰ کے رحمان و رحیم ہونے کا پتہ چلتا ہے تو وہاں ان کے رعب و دبدبے اور جلالی پن سے اس رب عظیم کی جلالی صفات کا عکس بھی دکھائی دیتا ہے کیونکہ اللہ والوں کی ہر صفت اسی ذات اعلیٰ صفات کا عکس ہوتی ہے۔ ماہ گل کا غصہ بھی بہت شدید اور جلالی تھا اور جب وہ غصہ میں ہوتیں تو بھاگ جانے ہی میں عافیت ہوتی۔ مگر ان کے جلالی پن اور غصہ کو ٹالنا ہمیں آتا تھا۔ ہم جانتے تھے کہ اس ہستی کے سینے میں پیار و شفقت سے مہکتا خوشبوؤں بھرا دل بھی ہے اور ہم اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے۔ ہم جانتے تھے کہ خوشبو کی نسبت پھول سے ہے اس لئے ہم ان کے دل پر پیار کے پھول کا وار کرتے۔ ان کے گلے لگ کر انہیں چوم لیتے اور غصہ غائب۔ ایک بار گلے لگ کو چوم کر سر اٹھاتے تو وہ مسکرا رہی ہوتیں اور زبان سے دعائیں جاری ہوتیں۔ ہم گھر کے لڑکے مل کر گھر کے بڑے صحن میں کرکٹ کھیلا کرتے، بال اکثر گھر کی کسی کھڑکی پر لگتا اور شیشہ ٹوٹ جاتا۔ ماہ گل کی غصے سے گرجتی آواز گونجتی، ہم بھاگ کر چھپ جاتے۔ ماہ گل بال اپنے قبضہ میں لے لیتیں، ہم میں سے کوئی جا کر ماہ گل سے لپٹ کر انہیں چوم لیتا، گیند مانگتا تو غصہ ہنسی میں بدل جاتا۔ ہم اس وعدہ پر کہ پھر شیشہ نہیں ٹوٹے گا گیند واپس لے آتے۔ یہی ہمارا روزانہ کا معمول تھا، ایک روز تو انتہا ہو گئی۔ شوکت جی (ہمارے چچازاد بھائی) نے ہٹ لگائی اور گیند باورچی خانہ کا شیشہ توڑتے ہوئے سالن والے بڑے دیگچے میں جا گرا، پھر کیا تھا، ماہ گل ڈنڈا اٹھا کر نکلیں اور ہم سب غائب۔ ہم جانتے تھے کہ اب مہمانوں سے بھرے گھر کے لئے دوبارہ کھانا بنے گا۔ اس لئے کسی کی

ہمت نہ تھی کہ ماہ گل کے پاس سفارش کے لئے جاتا مگر میچ بھی آخری مرحلہ میں تھا۔ آخر شاہین آغا (ہمارے چچازاد بھائی) نے تجویز دی کہ مولوی جی صاحب سے سفارش کرائی جائے، ہم نے مولوی جی صاحب کو جو ڈیوڑھی میں مہمانوں کے درمیان بیٹھے تھے بلایا اور ان کو پورا واقعہ کہہ سنایا، وہ ہنسے مگر کہا "میں کچھ نہیں کہوں گا، ماہ گل بہت غصہ میں ہیں"۔ ہم نے منت سماجت کی تو وہ راضی ہو گئے اور پھر اتنی بڑی غلطی کے باوجود مولوی جی صاحب کے کہنے پر ماہ گل ۔نے مسکرا کر گیند واپس کر دیا۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں | خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

جب مجھے صبح ساڑھے پانچ بجے ماہ گل کی رحلت کی خبر ملی تو میں سکتے میں آگیا۔ میری بیوی رونے لگی، پھر خیال آیا اتنی شدید گرمی میں ہزاروں لوگ آئیں گے، کیا بنے گا۔ میری بیوی نے مجھے باہر آنے کو کہا میں کمرے سے نکل کر باہر برآمدہ میں آکر حیران رہ گیا۔ باہر شدید بارش ہو رہی تھی اور پھر سارا دن بوندا باندی ہوتی رہی۔ ۱۶ جون اور گرمی کا کہیں نام و نشان نہ تھا اور پھر جنازے میں شرکت کرنے والے ہزاروں لوگ گواہ ہیں کہ ماہ گل جی کے جنازہ اٹھائے جانے سے لے کر دفنائے جانے تک تمام وقت ہلکی ہلکی پھوار پڑتی رہی اور ٹھنڈی ہوائیں چلتی رہیں۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے رب تعالیٰ نے بادلوں کو حکم دے رکھا ہو کہ وہ پھوار بن کر اترتے رہیں، ہوائیں دھیمے دھیمے چلتی رہیں۔ اللہ عزوجل اپنے نیک اور متقی بندوں کا اسی طرح خیال رکھتا ہے۔ آج ماہ گل جی ہم میں نہیں ہیں ہمارے لئے دعا کا ایک در بند ہو گیا، ماہ گل جی آج ہم جو کچھ بھی ہیں آپ کے پیار اور دعاؤں کی بدولت ہیں

تیرے سائے میں سایہ دار ہوا | دھوپ کی منزلوں کے پار ہوا
آندھیاں جب بڑھیں گرانے کو | تیرا دستِ دعا حصار ہوا

بقیہ: تفسیر القرآن الحسنیۃ

ہم اے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر صحیح صحیح پڑھتے ہیں لہٰذا اے مسلمانو! ان نصیحتوں اور احکام پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو، ہمہ وقت جہاد کے لئے، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اور نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لئے تیار رہو۔ یہ تمام واقعات سچے ہیں جو ہم تمہارے لئے بیان کرتے ہیں اور بے شک اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ پیغمبروں میں پیغمبر ہیں، آپ کی اطاعت امت مسلمہ پر فرض عین ہے، آپ کے احکام امت کے لئے رحمت و برکت کا باعث ہے۔ (جاری ہے)

گزشتہ سے پیوستہ

استفتاء

مفتی خلیل الرحمن قادری گلوزوی

مہتمم دار العلوم سبحانیہ سنیہ حنفیہ حاجی آباد نزد شاہ عالم پل پشاور

علماء دین ومفتیان شرع متین سے التماس ہے کہ مندرجہ ذیل مسایل کا جواب باصواب عنایت فرمائیں:

۱: سماع جو مزامیر ومعازف کے ساتھ ہو حرام ہے یا کہ حلال؟

۲: آج کل ایسے پیروں کی ترقی وگرم بازاری چل رہی ہے کہ کوئی تو ڈھولک سارنگی بجاتا ہے، کوئی ناخواندہ ہے، کوئی زرد ساڑھی اوپر تلے پہنے ہوئے ہے، کسی کے مریدوں کی زبانوں سے فخریہ اعلان ہوتا ہے کہ ہمارے پیر کی توجہ سے ہم لامکان تک پہنچتے ہیں اور ہم لوگوں کو حضور ﷺ کا دیدار کراتے ہیں اس لئے کہ بغیر دیدار حضور ﷺ توبہ قبول نہیں ہوتی۔

۳: اصل پیر کی پہچان کیا ہے اور کیسے پیر سے بیعت کرنا چاہئے؛ مرید ہونا فرض یا واجب یا سنت یا مستحب ہے، کیا مرید نہ ہونے سے نزد خدا تعالیٰ کوئی گرفت ہے؟

۴: پیر کا عالم ہونا ضروری ہے یا کہ نہیں، کیا جاہل بھی پیر ہو سکتا ہے؟

۵: ذکر جلی یا خفی کرنا چاہئے؟

مندرجہ بالا سوالات کا جواب باصواب عنایت فرما کر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: قاری محمد ابراہیم مدرسہ کٹی ہاٹ ضلع کشن گنج بہار، انڈیا۔

الجواب

۱: واضح ہو کہ سماع جو بعض صوفیہ حضرات چند شرائط کے ساتھ کیا کرتے تھے وہ اس زمانہ میں مفقود ہیں لہٰذا سماع فی زمانہ جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہو کہ مزامیر ومعازف کا استعمال شرعاً حرام ہے اور اس کا موجد ابلیس لعین ہے۔

حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ لاہوری فرماتے ہیں کہ طبلہ و مزامیر وغیرہ کو سب سے پہلے ابلیس لعین نے حضرت داؤد علیہ السلام کے مقابلہ میں ایجاد کیا، فرماتے ہیں

"ابلیس لعین را اضطراب طبعی قوت گرفت و نائے و طنبور بساخت و اندر برابر مجلس سماع داؤد علیہ السلام مجلسے فرو گسترانید آں گروہ کہ از اہل شقاوت بودند بمزامیر ابلیس مائل شدند -- الخ"

(کشف المحجوب علی ہجویری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۳۱۷)

ترجمہ: ابلیس لعین اپنی خبث باطنی اور طبعی کی وجہ سے بہت پریشان ہوا تو اس نے بانسری اور طنبور وغیرہ کو بنایا اور حضرت داؤد علیہ السلام کی مجلس ذکر کے مقابلہ میں اپنی مجلس قائم کی اور وہ لوگ جو بد بخت تھے شیطانی سازوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

"فتاویٰ عالمگیری" میں ہے

السماع والقول والرقص الذی یفعله المتصوفة فی زماننا حرام لا یجوز القصد الیه والجلوس علیه الغناء المزامیر سواء (عالمگیری جلد پنجم صفحه ۲۵۲ بحواله فتاوی نعیمیه جلد ۲ صفحه ۳۴)

ترجمہ: مروجہ قوالیاں حرام اور مزامیر وغیرہ بھی حرام ہیں اور ناچنا کودنا بھی حرام ہے جو بعض جہلاء ہمارے زمانہ میں کیا کرتے ہیں اور وہاں جانا اور بیٹھنا بھی حرام ہے۔

"فتاویٰ قاضیخان" میں ہے

اما استماع صوت الملاهی کالضرب و غیر ذالك حرام و معصیة -- لقوله علیه الصلوٰة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق و التلذذ بها من الکفر (فتاویٰ قاضیخان جلد ۳ صفحه ۴۰۶)

ترجمہ: ڈھول باجے وغیرہ تمام جانے والے مزامیر کی آواز سننا حرام اور گناہ ہے بوجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ استماع الملاهی معصیة -الخ یعنی فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ڈھول باجے وغیرہ سننا حرام اور گناہ ہے اور وہاں بیٹھنا فسق ہے اور لذت حاصل کرنا کفر ہے یعنی ناشکری نعمت ہے۔ قوالی سننے والا اور سنانے والا اس لئے دونوں فاسق ہیں کہ انہوں نے اپنے اعضاء کو مقصد خلقت کے خلاف استعمال کیا۔

صاحب ''تفسیر روح البیان'' ایک حدیث شریف نقل کرتے ہیں کہ فرمایا حضور ﷺ نے

ان الله بعثنی هدیً و رحمة للعالمین وامرنی بمحو المعازف والمزامیر ۔ الخ

(تفسیر روح البیان جلد ۷ صفحه ۶۸)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت کرنے والا اور عالمین کے لئے رحمت بھیجا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں گانے بجانے کے آلات کو نیست و نابود کردوں۔

الجواب ۲: جو پیر ڈھولک سارنگی بجاتا ہے وہ شرعاً گنہگار اور فاسق ہے، یہ بھی معلوم ہو کہ جاہل آدمی خود رہنمائی کا محتاج ہے وہ دوسروں کی کیا رہنمائی کرے گا، حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

اور حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا ارشاد ہے الجاهل لا یصلح للارشاد یعنی بے علم آدمی کسی کو راہ راست پر لانے کا اہل نہیں۔

العلم اشرف شیئ ناله رجل | من لم یکن فیه علم لیس بالرجل

علم تمام چیزوں سے زیادہ معزز ہے جسے آدمی ہی حاصل کرتا ہے اور وہ جس میں علم نہیں وہ آدمی کیا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (القرآن) یعنی کیا عالم اور غیر عالم برابر ہیں۔

استفتاء میں یہ عبارت کہ ''ہمارے پیر کی توجہ سے ہم لامکان تک پہنچتے ہیں اور ہم لوگوں کو حضور ﷺ کا دیدار کراتے ہیں اس لئے کہ بغیر دیدار حضور ﷺ توبہ قبول نہیں ہوتی''۔ ایسی باتیں کرنے والا پیر جاہل اور سخت گمراہ ہے، لامکان تک مریدوں کو لے جاتا ہے اور لوگوں کو حضور ﷺ کا دیدار کراتا ہے، اس کی کیا سند ہے اور یہ ٹھیکہ اس نے کس سے لیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ دراصل شیطان ہوتے ہیں جو انسانی روپ میں آکر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے خود کو جعلی پیر بنا لیتے ہیں اور اسی طرح ملحدانہ باتیں کر کے بے علم جاہلوں کو گمراہ کرتے ہیں ۔ العیاذ باللہ۔ اسی لئے تو حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست | پس بہر دستے نباید داد دست

بہت سے شیطان انسان کی شکل میں ہیں تو پھر ہر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے یعنی بنا جانچے پرکھے ہر پیر سے بیعت نہیں ہونا چاہئے۔

الجواب ۳: واضح ہو کہ پیر کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ جب اس کی صحبت میں آپ بیٹھ گئے اور آپ کو خدا یاد آیا تو سمجھ لو کہ یہ پیر صحیح ہے۔ ویسے علماء کرام حضرات نے پیری کے لئے کچھ شرائط ذکر کی ہیں مثلاً پیر کا عالم ہونا، قرآن و تفسیر، حدیث و فقہ پر اس کو عبور حاصل ہو، عملاً تقویٰ و پرہیزگاری کا پیکر ہو، پابندِ شریعت ہو، زیادہ سے زیادہ متبع سنت ہو، منہیات شرع سے مجتنب ہو، دنیاوی مال و متاع کا لالچی اور حریص نہ ہو، تارک الدنیا ہو (اہل زر سے کنارہ کش ہو)، ایثار و سخاوت میں اپنی مثال آپ ہو، متواضع ہو اور یہ کہ اس کا سلسلہ منقطع نہ ہو یعنی جس سلسلہ میں لوگوں کو مرید کرتا ہو اس کے پاس حضور ﷺ سے لے کر اس تک دست بدست پہنچا ہو اگر کسی پیر میں یہ صفات نہ ہوں تو اس پر اپنے آپ کو نہ بیچنا --- فافہم۔ بیعت قرآن کریم سے ثابت ہے، ارشاد خداوندی ہے

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ (الفتح)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان مؤمنین ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے --- الخ۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ (سورہ فتح) یعنی وہ لوگ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا تو اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد اپنا جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے بڑا ثواب دے گا۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ آیت بیعت کی اصل ہے۔

تفسیر "روح البیان" میں ہے

یقول الفقیر ثبت بھذہ الآیۃ سنۃ المبایعۃ و اخذ التلقین من المشائخ الکبار و ھم الذین جعلھم اللہ قطب ارشاد --- الخ

ترجمہ: کہتا ہے یہ فقیر کہ اسی آیت شریف سے بیعت کی سنیت ثابت ہے اور مشائخ کبار سے تلقین حاصل کرنا اور یہ مشائخ عظام وہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے رشد و ہدایت کے لئے

اصل ذریعہ بتایا ہے۔ (تفسیر روح البیان جلد ۹ صفحہ ۲۱)

شبہ: بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں جس بیعت کا ذکر ہے تو وہ تو جہاد اور کافروں سے لڑنے کے لئے تھی، یہ بات بالکل سر تا پا غلط ہے۔ عبد الرحمٰن بن عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم سات یا آٹھ یا نو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرتے حالانکہ ہم نے تھوڑا عرصہ قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی بیعت کر لی تھی تو ہم نے کہا فقلنا قد بایعناك یا رسول اللہ یعنی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے تو آپ سے بیعت کر لی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا الا تبایعون رسول اللہ کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرتے۔ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے اور ہم نے کہا کہ ہم آپ سے کس چیز پر بیعت کریں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قال ان تعبدوا اللہ و لا تشرکوا بہ شیئا و تقیموا الصلوٰۃ الخمس - الحدیث الیٰ آخرہ

بطولہ (رواہ مسلم و الترمذی والنسائی)

ترجمہ: تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہم سے بیعت لی ان باتوں پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور قائم رکھو نماز پانچ وقت کی اور کسی سے سوال نہ کرو۔ الی آخرہ۔

اسی طرح شداد بن اوس اور عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ ہم چند آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ بند کرنے کا حکم فرمایا اور پھر ہمیں کلمہ طیبہ کی تلقین کی، اس حدیث شریف کو تفسیر روح البیان جلد ۹ صفحہ ۲۲ پر ذکر کیا گیا ہے۔

نوٹ: آج کل پیران طریقت حضرات جو لوگوں کو مرید کرتے ہیں وہ بعینہ اسی طرح بیعت کرتے ہیں یعنی مرید کو منہیات شرع سے اجتناب کرنے کو کہتے ہیں اور اوامر شریعہ پر کاربند رہنے کی نصیحت کرتے ہیں اور کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے ہیں جو بعینہ مسنون طریقہ ہے بعض علماء متصوفہ حضرات نے تو بیعت کو فرض اور واجب کے مرتبہ پر شمار کیا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر | ہست بس پر آفت و خوف و خطر

یعنی پیر پکڑو کہ بے پیر کے قرب الٰہی حاصل کرنا از حد دشوار ہے لیکن پیر خلیفہ اور نائب رسول ﷺ ہونا چاہئے کیونکہ اس میں اصل وسیلہ اور فیضانِ رسول ﷺ ہی کار فرما ہے۔

خدا کے سب ہیں بندے پر خدا ملتا نہیں ان کو | خدا ملتا ہے ان جو ہیں بندے محمد کے

الجواب ۴ : حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا ارشاد ہے من لا شیخ له فشیخه شیطان یعنی جس کا کوئی شیخ نہیں تو اس کا شیخ شیطان ہے (العیاذ باللہ)۔ معلوم ہوا کہ بیعت ہونا اور پیر پکڑنا سنت ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ضروری ہے اور پیر کا عالم ہونا تو لازمی بات ہے کیونکہ جاہل پیری کا شرعاً و عقلاً اہل نہیں جس کی قدرے وضاحت سابقہ سطور میں ہو چکی ہے اور حضرت بایزید قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے الجاهل لا یصلح للارشاد یعنی جاہل کے اندر ہدایت کرنے کا صلاحیت ہی جب نہیں تو وہ کیسی ہدایت کرے گا؟ لہٰذا حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ فی زمانہ بہت خود ساختہ جعلی پیر اپنی دکانیں چمکائے ہوئے ہیں ان سے مرید ہونا تو در کنار ان کے پاس بیٹھنا بھی جرمِ عظیم ہے اسلئے ضروری ہے کہ ایسے جاہل پیروں سے دور رہا جائے اور اجتناب کیا جائے۔

الحذر کن الحذر از یارِ بد | یارِ بد بدتر بود از مارِ بد
مارِ بد زخمہ بہ تن جاں زند | یارِ بد بر جان و بر ایماں زند

یعنی برے ہم نشین سے بہت پرہیز کرو کیونکہ وہ زہریلے سانپ سے بھی زیادہ خطرناک ہے، زہریلا سانپ تو جسمانی تکلیف پہنچاتا ہے مگر برا ہم نشین جسمانی اذیت کے علاوہ ایمان سے بھی آدمی کو محروم کر دیتا ہے۔ لہٰذا جس کو راہ سلوک طے کرنے کی خواہش ہو تو سطورِ بالا میں محررہ اوصاف کا حامل اگر کوئی مردِ خدا مل جائے تو زہے قسمت اس سے ضرور بیعت کر لیں کہ اس میں دنیاوی و اخروی فلاح و نجات مضمر ہے جیسے کہ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں فرمایا ہے

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا | او نشیند در حضور اولیاء

الجواب ۵ : اصل اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

فاذا قضیتم الصلوٰة فاذکروا اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبکم (القرآن)

ترجمہ: پس جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ ذکر جہری اور سری دونوں جائز ہیں اور ذکر جہری یا سری کے لئے کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے۔ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قوله تعالیٰ فاذکروا الله قیاما و قعودا و علی جنوبکم – قال باللیل و النهار فی البر و البحر و فی السفر و الحضر و الغنی و الفقر و السقم و الصحة و السر و العلانیة و علی کل حال– انتهی (درمنثور للامام السیوطی جلد۲ صفحه ۲۱۴ ، تفسیرات احمدیه لملا جیون الحنفی صفحه ۲۰۷ ، احیاء العلوم للغزالی جلد ۱ صفحه ۳۰۱ ،)

ترجمہ : فاذکروا الله قیاما و قعودا و علی جنوبکم کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رات اور دن میں ، دریا اور خشکی میں ، سفر اور حضر میں ، فراغت اور تنگدستی میں ، بیماری اور صحت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فاذ کرونی اذکرکم یعنی تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

وضاحت : قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر کرنے کا حکم دیا ہے اور ذکر کو سریا جہر کے ساتھ مقید نہ کرنا اس کے عموم اور اطلاق کو ظاہر کرتا ہے اور اصول حنفیہ میں مقرر ہے کہ نصوص مطلقہ کو ان کے اطلاق اور عموم پر محمول کیا جاتا ہے اسی وجہ سے علامہ جلال الدین سیوطی جمل خازن اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہم مفسرین اس آیت کے تحت اس حدیث شریف کو ذکر کیا ہے کہ

من ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی و من ذکرنی فی ملاء -- ذکرته فی ملاء خیر منهم

ترجمہ : جو مجھے اکیلا یاد کرے میں اسے اکیلا یاد کرتا ہوں اور جو مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے میں اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ یہ حدیث شریف ذکر بالسر اور ذکر بالجہر دونوں پر دلالت کرتی ہے (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹۶)

اکابرین دیوبند میں سے مولوی اشرف علی تھانوی ذکر بالجہر پر یوں استدلال کرتے ہیں

و من اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه و سعیٰ فی خرابها -- الآیه

ترجمہ : اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو مساجد میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ذکر سے منع کرتا ہے اور

مساجد کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ منع بدون اطلاع ذکر ممکن نہیں اور اطلاع بدون جہر غیر متصور ہے۔ (فتاویٰ امدادیہ جلد ۴ صفحہ ۴۳)

یہی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں

"پس بعد ثبوت مشروعیت جہر کسی طورو ہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع، حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صورت سے، کھڑے ہو کر ہو یا بیٹھ کر ہر طور سے جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ جلد چہارم صفحہ ۴۵، مجتبائی)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اما الذکر فقد یکون باللسان و قد یکون بالقلب و قد یکون بالجوارح فذکرھم ایاہ باللسان ان یحمدوہ و یسبحوہ و یمجدوہ و یقرؤا کتابہ (تفسیر کبیر صفحہ ۳۴)

ترجمہ: ذکر کبھی زبان سے ہوتا ہے کبھی قلب سے اور کبھی اعضاء ظاہرہ سے زبان سے ذکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید کریں اور اس کی کتاب پڑھیں۔

افضلیتِ جہر: مذکورہ بالا حوالوں سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ زبان سے ذکر بالجہر اور قلب سے ذکر بالسر دونوں ہی فاذکرونی کے عموم میں داخل ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ذکر بالسر اور ذکر بالجہر دونوں ہی جائز اور مستحسن ہیں بلکہ بعض قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ ذکر بالجہر ذکر بالسر پر فضیلت رکھتا ہے، ملاحظہ فرمائیں، مولوی اشرف علی تھانوی اپنے ایک مرید کو لکھتے ہیں

عزیزم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ! ذکر دونوں طرح مفید ہے لیکن جہر اچھا معلوم ہوتا ہے، آپ بھی جہر کریں مگر اس قدر جہر نہ ہو کہ لوگوں کو تکلیف پہنچے --انتہی (فتاویٰ امدادیہ جلد ۴ صفحہ ۲۰)

اب آخر میں ایک حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں

و عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کنت اعرف انقضاء صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتکبیر متفق علیہ (مشکوۃ شریف صفحہ ۸۸)

ترجمہ: بخاری اور مسلم نے یہ حدیث شریف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اختتام کو اللہ اکبر کہنے سے پہچانا کرتا تھا۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں

گفتہ اند کہ مراد بتکبیر این جاذکر است چناں کہ در صحیحین از ابن عباس رضی اللہ عنہ آمدہ است کے رفع صوت بذکر وقت انصراف مردم از نماز فرض در زمان آں حضرت ﷺ معہود بود گفت ابن عباس رضی اللہ عنہ می شناختم من انقضاء صلوٰۃ را بداں۔ پس آوردہ است بخاری این حدیث را پس معلوم شد کہ مراد بہ تکبیر مطلق ذکر است (اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۴۱۸)

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تکبیر سے مراد مطلق ذکر ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نمازوں کے بعد ذکر بالجہر معروف تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اختتام نماز کو ذکر بالجہر سے پہچانتا تھا اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کو ذکر کیا پس معلوم ہوا کہ یہاں تکبیر سے مراد مطلق ذکر ہے۔

اس حدیث شریف سے زیادہ واضح ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں

و عن عبداللہ بن الزبیر قال کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من صلوٰتہ یقول بصوتہ الا علی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ --- الحدیث مشکوٰۃ صفحہ ۸۸)

ترجمہ: صحیح مسلم میں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

این حدیث شریف صریح است در جہر بذکر کہ آنحضرت ﷺ بآواز بلند می خواند (اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۱۹)

ترجمہ: اور یہ حدیث شریف ذکر بالجہر پر نص صریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے۔ انتہی۔ واللہ اعلم بالصواب --- ھذا ما عندی من الکتاب

بقیہ: شذرہ

کیا جا سکے مگر حالیہ انتخابات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہی سیاسی جماعتیں صرف چہروں کے ردوبدل کے ساتھ پھر ان انتخابات میں کامیاب ہو گئی ہیں۔ اگر انتخابات میں سیاسی جماعتوں کے اثر و نفوذ کو روکنا ناممکن تھا تو اس جگ ہنسائی کا فائدہ؟ جماعتی بنیادوں پر ہی انتخابات کروا دیے جاتے۔